**ARMAGHAN (ارمغان)**
**Volume 2, 2021**
ISSN (Print): 2707-6288 | ISSN (Online): 2788-8255
http://armaghan.wum.edu.pk

# مختصر کہانی: افسانوی ادب میں نئی جہت (تحقیقی جائزہ)

ڈاکٹر منصور احمد قریشی
منیر عباس سپرا

**Abstract**

The shortest story (Flash Fiction, Afsancha, Micro Fiction, etc.) is a new genre in Urdu Fiction, which came in Urdu after the evolutionary journey of fiction, Fable Story (Dastan), Novel, Novella and Short story (Afsana). Like many other genres of Urdu, this genre is imported from abroad. In terms of form, it is much shorter than Short Story (Afsana), but in addition to its brevity, it is also full of unity of impression and fictive. Its beginning in Urdu is "Saadat Hassan Manto" wrote " Seya Hashaye" in October 1948. He was followed by Joginder Pal Singh, Dr. MuzaffarHanafi, DH Shah, Ratan Singh, Dr. AzeemRahi, Abbas Kan, ManshaYada, ParvezBulgrami, Anwar Rahim, Dr. AkhlaqGilani, Deepak Badki, QaiserNazirKhawer, Mubashir Ali Zaidi, SyedMajid Shah and others. Played an important role in strengthening the tradition of this genre. But now the shortest stories of about a hundred authors have been published in various books, magazines and newspapers and its creation and popularity is increasing day by day.

**Keywords:**

Short Story, New Genre, Micro Fiction, Flash Fiction, International Langauge and Litrature, Sadat Hassan Manto, Siyah Hashiyay, Beginning in Urdu and evaluation. Introduction and Principles.

کہانی کا وجود انسان کے جذبے اور سوچ کے ساتھ ہی وجود میں آیا ہے اس لیے یہ تعجب نہیں کہ اس کی ابتدا اس وقت ہوئی ہو جب سے انسان نے گھٹنوں کے بل چلنا سیکھا ہو گا۔ جب انسان نے پہلی بار اپنا جذبہ اپنی کارگزاری یا اپنا کارنامہ کسی دوسرے انسان کو سنایا تو اسی وقت کہانی کا وجود پیدا ہو گیا اگر غور کیا جائے تو انسان کی جبلی تقاضوں میں بھوک اور آفات سے خود کو محفوظ رکھنا دو ایسے تقاضے ہیں جس کیلئے انسان کو سب سے پہلے عمل پیرا ہونا پڑا۔ تلاش رزق اور آفات کے مقابلے کے تجربات کا بیان بھی انسانی جبلت ہے۔ جس کا اظہار حیات اجتمائی کے ابتدائی دور سے ہی ملتا ہے اور یہی دراصل کہانی کی بنیاد ہے اس طرح پتا چلتا ہے کہ کہانی کا تعلق بھی انسانی جبلت سے ہے اور جبلی طور پر انسان کہانیوں میں دلچسپی لینے پر مجبور ہے۔

اس ضمن میں ڈاکٹر محمد احسن فاروقی کچھ یوں کہتے ہیں۔

"قصہ سے لطف اندوز ہونا ہماری فطرت میں شامل ہے انسان ہمیشہ سے قصہ میں دلچسپی لیتا آیا ہے اور ہمیشہ لیتا رہے گا۔"(1)

کہانی اور انسان کے اس عظیم رشتے کی وضاحت پروفیسر وقار عظیم نے یوں کی ہے۔

"کہانی سے انسان کی دلچسپی اور اس مشغلہ سے اس کا لگاؤ اس کی اجتماعی زندگی کی ایسی حقیقت ہے جسے تاریخ کی سنجیدگی اور اس کی فکر کی منطق نے بھی پورے وثوق کے ساتھ تسلیم کیا ہے۔ انسان اپنی حیات اجتماعی کے بالکل ابتدائی دور میں کشمکش میں اسے سختی کی جن منزلوں سے گزر کر فتح و ظفر کا روئے تاباں دیکھنے کی مسرت حاصل ہوئی تھی۔ اس کی روداد میں اس کے لئے قند مکرر کی چاشنی تھی کام و دہن کو اسی چاشنی سے آشنا کرنے کی خواہش نے اسے آپ بیتی دہرانے کا عادی بنایا یہی کہانی کہنے یا داستان سرائی کا آغاز ہے۔"(2)

اس طرح داستان سرائی کی ابتداء تو کئی صدیاں پہلے ہوئی تھی لیکن اُردو میں (ہندوستان) بہت بعد میں اس کی بنیاد پڑی۔ اردو افسانوی ادب کی تاریخ پر غور کریں تو یہ تقریباً چار سو سال پرانی ہے جس کا آغاز داستان گوئی سے ہی ہوا پھر داستان احاطہ کتاب میں لائی گئی پھر ناول، ناولٹ، افسانہ سے ہوتا ہوا افسانوی ادب کا یہ ارتقائی سفر مختصر کہانیوں (فلیش فکشن، افسانچہ، مائکروفکشن وغیرہ) کی طرف گامزن ہے۔

"اردو کہانی نے داستانوں سے ہوتے ہوئے آج کے ناول اور مختصر افسانہ سے لے کر اُردو افسانچہ تک ایک جاندار اور بھرپور سفر طے کیا ہے۔"
(3)

جہاں تک افسانوی ادب کی اس نئی جہت مختصر کہانی (مائکروفکشن، افسانچہ، فلیش فکشن) کے پس منظر کا تعلق ہے اس بارے میں محققین و ناقدین کے مختلف نظریات پائے جاتے ہیں۔ اسی بارے میں پروفیسر قاسم یعقوب اپنے ایک مضمون "فلیش کہانی: آج کی کہانی" میں مختصر کہانی کے پس منظر کے بارے میں لکھتے ہیں کہ:

"ایسپ کہانیاں کسے یاد نہیں، وہ ایسپ کہانی جس میں ایک باپ اور بیٹا ایک گدھے پر سواری کرتے ہیں لوگ کہتے ہیں کہ یہ کمزور گدھا ہے اور دونوں اوپر چڑھے ہوئے ہیں۔ بالآخر وہ کسی طرح بھی لوگوں کو مطمئن نہیں کر پاتے۔ پھر پیاسا کوا، لالچی کتا وغیرہ کیسی خوبصورت کہانیاں ہیں جو زندگی کو تشریح کرتی ہوئی نظر آتی ہیں۔ جو ادب دنیا بھر کے ادب و سماج کا حصہ بن گئی ہیں۔ کچھ اور پیچھے جائیں تو الف لیلا کی کہانیاں بھی مختصر کہانیوں میں شمار کی جاتی ہیں۔ حکایات کے ضمن میں گلستان سعدی کو بہت شہرت ملی ہے ۔ حکایات کا مرکزی نکتہ تو سبق آموز بات ہوتی ہے مگر کہانی پن میں اچھی اچھی کہانیاں کو مات دیتی نظر آتی ہیں۔"(4)

مندرجہ بالا اقتباس کے مطابق تو اُردو کی مختصر کہانیوں کے پس منظر میں ایسپ کی کہانیاں، الف لیلا کی کہانیاں، اور عربی فارسی کی حکایات کا پہلے سے موجود ہونا ہے۔ اب اگر ایسپ کے زمانے کی بات کریں تو "ایسوپ قدیم یونان کا ایک مشہور قصہ گو تھا۔ اس کا زمانہ 620 تا 569 قبل از مسیح مانا جاتا ہے۔ اس کی لکھی کہانیاں ہم تک Aesop's Fables کی شکل میں پہنچی ہیں۔"(5)

اس سے معلوم ہوا کہ مختصر کہانی بہت قدیم دور قبل از مسیح سے عالمی ادب میں مروج چلتی آ رہی ہیں۔ مشہور مترجم، مصنفین، محققین قیصر نذیر خاور اُردو کی مختصر کہانیوں (افسانچہ، فلیش فکشن وغیرہ) کے پس منظر کے تناظر میں کہتے ہیں کہ

"عالمی ادب پر اگر ایک طائرانہ نظر ڈالی جائے تو افسانچہ تقریباً ہر زباں میں لکھا گیا اور لکھا جا رہا ہے اس حوالے سے جو اہم ادیب سامنے آتے ہیں۔ ان میں روسی انتون چیخوف، امریکی ہنری، پولش بولیسواس پروس، جرمن فرانز کافکا، امریکی ایچ پی لووکرافٹ، ارنسٹ ہیمنگوئے، جاپانی یاسوناری کاواباتا، ہسپانوی میں لکھنے والے ارجنٹائن کے جولیو کورتازار، برطانوی آرتھر، سی، کلارک، امریکی رے بریڈبری، کرٹ وونیگٹ، فریڈرک براؤن، جان کیج، فلپ کے، ڈِک، رابرٹ شیکلے، روبرٹ اولن بٹلر، لڈیا ڈیوس برطانوی ڈیوڈ جیفنے اور رابرٹ سکوٹیلر و شامل ہیں۔ مشرقی زبانوں کی طرف آئیں تو فارسی میں شیخ سعدی کی گلستان کو کسی طور پر فلیش فکشن سے باہر نہیں کیا جا سکتا۔ عربی میں لبنانی نژاد امریکی خلیل جبران، مصری نجیب محفوظ، تامر زکریا اور لیلیٰ العثمان اہم ہیں"(6)

اس سے یہ واضح ہوتا ہے کہ ان مختصر کہانیوں کی دنیا کے ہر ادب میں جڑیں کہیں نہ کہیں جا کر ملتی ہوئی دکھائی دیتی ہیں ان کا تعلق کسی ایک خطے یا ایک زبان یا ایک تہذیب سے نہیں لگتا بلکہ ان مختصر کہانیوں کے پس منظر کی نشانیاں مختلف تہذیبوں اور مختلف زبانوں سے ملتی نظر آتی ہیں۔

اسی بات کی وضاحت قیصر نذیر خاور کچھ یوں کرتے ہیں۔

"افسانچوں کا پچھوکڑ کسی ایک جگہ سے تعلق نہیں رکھتا۔ یہ اگر ایک طرف یونان سے جڑتا ہے تو دوسری طرف ہند سندھ میں سنسکرت سے بھی وابستہ ہے۔ اس کی جڑیں پالی ادب میں بھی ہیں۔ جاپانی ادب ہو یا چینی، وہ بھی اختصار نویسی سے خالی نہیں، بلکہ اگر یہ کہا جائے کہ دنیا کے ہر ادب میں اس کی جڑیں کہیں نہ کہیں جاملتی ہیں تو بے جانہ ہو گا۔"(7)

کچھ ناقدین محققین کا خیال ہے کہ اُردو میں مختصر کہانیوں کی ابتدا صرف انگریزی مختصر کہانی سے متاثر ہو کر اُردو میں لکھی گئی ہیں۔ اس بارے میں معروف مصنف ستیہ پال آنند فرماتے ہیں۔

"مائیکرو فکشن، یعنی مختصر ترین افسانہ اردو میں انگریزی سے براہ راست اقرار بالسان کی طرح قبول کی گئی ایک ایسی اصطلاح ہے جس کی اشد ضرورت تھی۔ "افسانچہ" یا "پوپ افسانہ" اس کے لیے موزوں عنوان نہیں تھا"(8)

ممتاز ادیب، مدیر رسالہ "عکاس انٹرنیشنل" ارشد خالد مختصر کہانی کے پس منظر کے بارے میں لکھتے ہیں۔

"سن 620 قبل از مسیح کے یونانی کہانی کار ایسوپ Aesop کے ہاں افسانچہ طرز کی منی کہانیاں ملتی ہیں جو دنیا کی متعدد زبانوں میں ترجمہ شدہ موجود ہیں۔ آج کے عہد کے لحاظ سے شیخ سعدی کی حکایات بھی افسانچے ہی تھیں۔ شیخ سعدی کے بعد عربی اور انگریزی میں خلیل جبران اور اُردو میں منٹو نے "سیاہ حاشیے" میں افسانچے کو رواج دیا۔"(9)

مندرجہ بالا اقتباسات کے تناظر میں دیکھا جائے تو مختصر کہانی کے پس منظر کے متعلق بہت سارے نظریات ملتے ہیں جن پر بحث و مباحثہ کی صورت ہمیشہ باقی رہے گی جبکہ تبدیلی خواہ وہ ادبی دنیا میں ہو سیاسی، سماجی سطح پر یہ ایک دم رونما نہیں ہوتی۔ اس کی جڑیں گزرے ہوئے زمانے میں پوشیدہ ہوتی ہیں۔ اس طرح اردو میں مختصر کہانی کا وجود کچھ تو قدیم تہذیبوں سے بھی تعلق رکھتا ہے اور مغربی ادب میں پیش ہونے والے نت نئے تجربات سے بھی وابستہ ہے۔ اُردو کی مختصر کہانی (مائیکرو فکشن، افسانچہ، فلیش فکشن) کے خمیر میں یہ دونوں اجزاء شامل ہیں۔ مختصر کہانی کے پس منظر کی مباحث کے بعد اب اگر مختصر کہانی کے ناموں کا تضاد اور ادب کے ارتقاء کا جائزہ لیں تو یہ صورت واضح ہوتی ہے کہ وقت کے تغیر اور ادب میں ارتقاء سے کہانیوں کا جو سلسلہ داستان ناول، ناولٹ اور افسانے تک پہنچا تھا وہ مختصر سے مختصر ترین کی جانب گامزن ہوا۔ ادب میں ارتقاء کی صورت میں ادب کے تینوں شعبوں (تنقید، تحقیق اور تخلیق) میں کئی جہات اور کئی دریافتیں سامنے آئیں ہیں تخلیقی ادب کے شعبے میں افسانوی ادب میں ایک نئی جہت مختصر کہانی بھی روشناس ہو کر ادبی دنیا میں مروج ہوئی ہے۔

افسانوی ادب کی اس نئی جہت مختصر کہانی کو مشرق و مغرب کے ادب میں متعدد مختلف ناموں سے لکھا اور پڑھا جا رہا ہے مثلاً افسانچہ، مائیکرو فکشن، فلیش فکشن، مختصر ترین افسانہ، شارٹ شارٹ سٹوری، منی کہانی، پوپ سٹوری مختصر مختصر کہانی، سڈن فکشن، منی افسانہ، ٹویٹرلٹ فکشن،

پوپ کہانی، نینو فکشن، مختصر کہانی، سو لفظی کہانی(Drabble) ڈریبل، پوسٹ گارڈ، فکشن، بالشی کہانی وغیرہ وغیرہ یہ مختلف نام ہیں جو مختصر کہانی کے دنیائے ادب میں مروجہ ہیں۔

مختصر کہانی کے ناموں کا تضاد کچھ ناقدین، شارحین اور مصنفین کے نزدیک بناوٹ اور تکنیک کی بنیاد پر ہے اور کچھ اس کی ہیئت وضخامت کی بنیاد پر تفریق کرتے دکھائی دیتے ہیں کیونکہ وقت کے ساتھ ادب میں بھی ارتقاءپذیری کا عمل ہوتا ہے، جدید دور کے تقاضوں کے مطابق ادب میں بھی تبدیلیاں ہوتی رہتی ہیں دنیائے ادب میں وقت کے ساتھ اصناف کی شکل میں نت نئے تجربات ہوتے رہیں ہیں۔ اصناف میں یہ اضافہ کبھی جدت کے نام پر اور کبھی ہیئت میں تجربے کی بنیاد پر ہوتا ہے جہاں تک اُردو افسانوی ادب میں ہیئت اور جدت کی بنیاد پر نئے تجربات کا تعلق ہے اس بارے میں ڈاکٹر عبدالغنی کی رائے کچھ یوں یہ ہے۔

> "تجربے کا مطلب جدت ہے جو روایت کے مقابلے میں اختیار کی جاتی ہے۔ چنانچہ ہیئتی تجربے کا مفہوم اظہار کی متعین شکل میں نئے گوشے نکالنا ہے۔ اجتہاد اور تجرید کا یہ عمل بالکل فطری، تاریخی اور ضروری ہے"(10)

اسی ضمن میں ڈاکٹر فوزیہ اسلم لکھتی ہیں کہ

> "یہی وجہ ہے کہ ہیئت اور اسلوب میں نئے تجربے نہ کئے جائیں، نئی اصناف کی جستجو نہ کی جائے، اظہار بیان کے نئے سانچے اور فکر و نظر کے نئے زاویے تلاش نہ کئے جائیں تو ادبی ترقی رک جاتی ہے اور فن جامد ہو کر رہ جاتا ہے۔ چنانچہ نئے تجربات کی ضرورت پیش آتی رہتی ہے"(11)

ڈاکٹر عبادت بریلوی "ناولٹ" پر بات کرتے ہوئے کہتے ہیں موجودہ عہد میں سماجی، عمرانی، جمالیاتی اقدار کیلئے آنے والے رجحانات کی روشنی میں دیکھنے کی ضرورت ہے وہ ہیئت کو جامد نہیں سمجھتے وہ کہتے ہیں۔

> "ہیئت کا مسئلہ جمالیات کا مسئلہ ہے۔ جمالیات حسن کا فلسفہ ہے وہ ہر زمانے میں میں حالات اور واقعات کی تبدیلیوں کے ساتھ ساتھ بدلتا ہے۔ جیسے جیسے زندگی میں تغیر اتا تا ہے۔ معیار اقدار بدلتے رہتے ہیں۔ افراد کے مزاج اور طبائع میں تبدیلیاں ہوتی ہیں ویسے ویسے حسن کے تصورات بھی بدلتے رہتے ہیں۔"(12)

درج بالا آراءسے یہ بات تو واضح ہو رہی ہے کہ افسانوی ادب میں تغیر و تبدل ادب کے ارتقاء کے لیے ناگزیر ہے افسانوی ادب میں ہیئتی تبدیلی کی وجہ سے "مختصر کہانی" کا وجود عمل میں آیا اور ان کی ہیئت کے لحاظ سے نام بھی مختلف سامنے آتے گئے۔ ہر مختصر کہانی نویس نے اپنی مرضی کا نام رکھ کر "مختصر کہانی" تخلیق کرنے گئے۔ اسی بارے میں معروف فکشن نویس، شاعرہ اور مترجم "طلعت زہرا" صاحبہ اپنے ایک انٹرویو میں یوں فرماتی ہیں۔

"بیسویں صدی میں ماڈرن ازم نے شارٹ شارٹ سٹوری / ویری شارٹ سٹوری کو جنم دیا۔ اُردو ادب میں اسے مختصر کہانی / مختصر مختصر کہانی / افسانچے بھی کہا جانے لگا۔ نام کچھ بھی دیں لیکن یہ تمام فکشن جو افسانے سے مختصر ہو کر وجود میں آیا اس کی ترجیح یہی ہے کہ قلیل عرصے میں پڑھ کر وہی ذائقہ حاصل کرنا جو ناول یا افسانے سے حاصل کیا جا سکتا ہے۔ جبکہ لذت ہر قاری کی اپنی اپنی ہے کوئی ناول کا قاری ہے تو کوئی افسانے یا مختصر افسانے کا آج کی نئی ٹوئیٹر جنریشن کیلئے ٹوئیٹرلٹ بھی مائیکرو فکشن کی ایک ذیلی شاخ ہے"(13)

اسی بات کو آگے بڑھاتے ہوئے طلعت زہرا ان مختصر کہانیوں کی مختلف اقسام کو لفظوں کی تعداد کے لحاظ سے ان کی ہیئت کی تفریق کرتے ہوئے بتائی ہیں۔

"ناول، ناولہ، ناولٹ اور پھر افسانہ کی باری آتی ہے۔ اسی طرح افسانہ، فلیش فکشن مائیکرو فکشن اور پھر نینو فکشن اور ٹوئٹرلٹ فکشن کی باری آتی ہے۔ افسانہ عموماً ساڑھے تین ہزار سے ساڑھے سات ہزار الفاظ تک ہوتا ہے۔ فلیش فکشن پانچ سو سے ہزار بارہ سو تک ہوتا ہے۔ مائیکرو فکشن پانچ سو سے کم الفاظ اور ٹوئیٹرلٹ کو ایک سو چالیس حروف تک جاتا ہے۔"(14)

معروف نقاد مصنف پروفیسر قاسم یعقوب صاحب مختصر کہانی کے مختلف ناموں اور ہیئت کے بارے میں اپنے مضمون میں لکھتے ہیں۔

"فلیش فکشن یا مختصر افسانہ نگاری اُردو دنیا میں نیا افسانوی مزاج متعارف کروا رہی ہے۔ مختصر افسانہ انگریزی میں کئی ایک ناموں سے جانا جاتا ہے جیسے Sudden Fiction, Microfiction, Short Story, Micro Story, Postcord Fiction وغیرہ وغیرہ عمومی طور پر شارٹ یا فلیش فکشن اس کہانی کو کہتے ہیں جو ایک ہزار لفظوں تک مشتمل ہو اور کم سے کم بیس لفظوں تک ہو آج کل بیس لفظوں سے کم بھی کہانی لکھی جا رہی ہے۔"(15)

مختصر کہانی کے مختلف ناموں اور ہیئت کے لحاظ سے مغربی ادب کا جائزہ لیا جائے تو وہاں بھی اختلاف پایا جاتا ہے۔ انگریزی رائٹرز روبرٹ شاپرڈ اور جیمز تھامس لکھتے ہیں۔

"What's Flash Fiction called in other countries? In Latin America it may be a micro, in Denmark a Kortprosa, in Bulgaria a mikrorazkaz. Some are only a paragraph long, other two pages (they are all very

short stories, some very, very short), but such measurements don't tell us much.

اس بات کی مزید وضاحت وہ اگلے صفحہ پر یوں کرتے ہیں۔

Know in Portuguese as mini-contos, in German as kurzestgeschichten, in trish as splancfhicsin" (16)

"قصہ مختصر اردو میں فلیش فکشن، مائکرو فکشن اور نینو فکشن کے نام اسی طرح مستعمل کر لیے جائیں۔ اسے بالشی کہانی (جاپانی ادیبیا سوناری کاوابا تا ایسی فکشن کو یہ نام دیتا ہے) کہا جائے یا افسانچہ یا پھر کچھ اور یہ بحث اہم نہیں ہے۔ اہم بات یہ ہے کہ یہ اختصار گوئی، اب اردو میں رواج پا چکی ہے اور بہت سے نئے ادیب اس صنف میں طبع آزمائی کر رہے ہیں۔" (17)

مختصر کہانی کے مختلف ناموں کی بحث تو تا حال پورے عالمی ادب میں جاری ہے۔ لیکن اُردو افسانوی ادب میں مختصر کہانی کے لیے زیادہ تر تین (مائیکرو فکشن، افسانچہ، فلیش فکشن) نام مروج ہیں۔ مختصر کہانی کی بڑھتی ہوئی دلچسپی کی اہم وجہ اس کا زندگی سے براہ راست تعلق ہے کیونکہ اس تیز رفتار زندگی میں فراغت کی کمی کی وجہ سے ہی اختصار نویسی کی اہمیت میں اضافہ ہو رہا ہے۔

ناموں کے تضاد اور اختصار کے بارے میں ڈاکٹر مجید ارا اپنا موقف کچھ اس طرح دیتے ہیں۔

"دور حاضر میں انسان کے لمحوں کی بے فرصتی اور مصروفیات کے بوجھل لمحات سے ایک ایسی نثری صنف بھی عالم وجود میں آچکی ہے جس کو کسی ایک نام سے پکارنے کے معاملے میں خود تخلیق کار تذبذب کے شکار ہیں۔ چنانچہ کبھی اس کو افسانچہ کے نام سے یاد کیا جاتا ہے تو کبھی منی افسانہ بعض تخلیق کار تو اسے مختصر افسانہ کی سرشت میں شمار کرتے ہیں"۔ (18)

عالمی شہرت یافتہ معروف ادیب ڈاکٹر ستیہ پال آنند عصر حاضر میں اختصار نویسی کی اہمیت وضرورت کو مد نظر رکھتے ہوئے لکھتے ہیں۔

"انیسویں صدی اور بیسویں صدی کے وسط تک طویل ناول اور افسانے تحریر کئے جاتے تھے، جوں جوں فرصت کے لمحے کم پڑتے گئے اور ایک ہی نشست میں (یعنی بس یا میٹرو پر سفر کرتے ہوئے۔۔۔وغیرہ) مطالعہ میں کسی افسانے کو آخری پنچ لائن تک پڑھ لینا ایک امر محال بنتا گیا۔ ضرورت محسوس کی گئی کہ طوالت میں مختصر ترین تحریر میں بھی وہ جامع خوبیاں برقرار رکھتے ہوئے جن پر طویل افسانوں کا تکیہ تھا۔

اسے اس طرح پیش کیا جائے کہ نہ تو قاری آخر میں تشنگی محسوس کرے اور نہ ہی اس کے وقت کا ضیاع ہو"(19)

مختصر کہانی کی سب سے اہم خوبی بھی یہی ہے کہ اس میں اختصار کی پابندی ہوتی ہے۔ کم سے کم الفاظ میں اپنی فکر، جذبات، خیالات کا اظہار کرنا کہانی کا لازمی جز ہے محض چند الفاظ میں فکشن نگار موا ثر انداز میں اپنی بات کر جاتا ہے اور قاری کا ذہن ان چند جملوں کے تاثر (Impact) سے ایک مکمل کہانی تیار کر لیتا ہے۔ لیکن اختصاراور تاثر کے ساتھ ساتھ مختصر کہانی کا تیسرا اہم عنصر کہانی پن (افسانویت) کا ہونا ہے۔ مختصر کہانی کے یہ تین اساسی فنی تقاضے جن کی بنیاد پر مختصر کہانی (مائیکرو فکشن، افسانچہ، فلیش فکشن وغیرہ) معرض وجود میں آتی ہے۔

کہانی اور اس میں کہانی پن اور طوالت پر "جوگندر پال" اپنے خیالات کا اظہار کچھ یوں کرتے ہیں۔

"کہانی اگر اپنے اصل تناسب سے باہر نہ ہو تو ایک سطری ہو کر بھی پوری ہوتی ہے ورنہ اپنی تمام طوالت کے باوجود ادھوری کی ادھوری"۔(20)

ڈاکٹر سلیم اختر مختلف اصناف کی کہانیوں میں افسانویت (کہانی پن)، تاثر اور افسانوی ادب میں تغیر کے بارے میں لکھتے ہیں۔

داستان، ناول، ناولٹ، طویل مختصر افسانہ اور مختصر مختصر افسانہ، بظاہر یہ کہانی کہنے کے فن کے مختلف طریقے نظر آتے ہیں لیکن ژرف نگاہی سے دیکھنے پر سب کے پس پردہ ایک ہی جذبہ محرک نظر آتا ہے۔ کہانی کیسے موثر ہو؟(21)

دوسری مختلف اصناف کی کہانیوں کی طرح مختصر کہانی (مائیکرو فکشن، افسانچہ، فلیش فکشن وغیرہ) میں بھی بنیادی عناصر میں کہانی پن اور وحدتِ تاثر کا شامل ہونا چاہیے۔ ان کے علاوہ مختصر کہانیوں میں اختصار کا ہونا ایک بنیادی اور اہم ترین عنصر ہے۔ اس لیے کہا جاتا ہے ہر کہانی کو کہانی نہیں کہا جا سکتا۔ ادبی لحاظ سے دیکھا جائے تو اصل کہانی وہی ہوتی ہے جس میں تمام فنی تقاضے (ہیئت، وحدت تاثر، کہانی پن) پورے کیے جائیں۔ چاہے وہ طویل ہو یا مختصر، وہی افسانوی ادب کے زمرے میں آتی ہے۔ ہم روز مرہ میں کئی واقعات اور کہانیاں سنتے رہتے ہیں لیکن جب تک ان کو فکشنائز نہ کیا جائے اس وقت تک وہ ادبی کہانی کا روپ نہیں دھار سکتی۔

ممتاز مصنف رتن سنگھ کہانیوں کے بارے میں فرماتے ہیں۔

"کہانی کو صرف کہانی ہونا چاہیے وہ Piece f Art ہو بس خواہ وہ طویل ہو یا مختصر دو سطر کی ہو یا سو سطروں پر مشتمل"۔(22)

اب عالمی ادب سے کہانیوں میں اختصار کے بارے میں چند ناقدین، مصنفین کی آراء کا جائزہ لیتے ہیں کہ وہ افسانوی ادب میں اختصار کے بارے میں کیا فرماتے ہیں۔

"Stories can be as short a sentence. (Randall Jarrell) A good short-short is short but not small, light but not slight. (Kuling) Brevity is the soul of wit (william- shakespeare) Brevity is the sister of telent. (AntomShekhor)" (23)

مشہور نقاد، ادیب پروفیسر ڈاکٹر غضنفر علی مختصر کہانی میں کہانی پن کے بارے میں فرماتے ہیں۔

"یہ ایک نئی صنف ہے۔ابھی اس کے خدوخال ابھر کر نہیں آئے ہیں۔یہ ایک طرف نثری نظموں سے ملتی ہے تو دوسری طرف حکایتوں سے اور تیسری طرف لطیفوں سے، ایک بات اس میں ضروری ہوتی ہے اور وہ یہ ہے کہ کہانی پن یا افسانویت اگر کہانی میں نہیں تو یہ منی افسانہ یا افسانچہ نہیں ہو سکتا"۔(24)

پرویز بلگرامی مشہور فکشن نگار جو تقریباً چھ ہزار کہانیوں کے مصنف ہیں جن میں ان کے 28 ناول، افسانے اور مختصر کہانیاں شامل ہیں وہ اپنے ایک مضمون میں آن لائن ادبی ویب سائٹ پر مختصر کہانی (منی کہانی) کے بارے میں لکھتے ہیں۔

"منی کہانی کی تشریح ہی یہی ہے کہ اختصار میں وہ کہانی سنائی جائے جس کا تاثر دیر تک رہے۔ معاشرے کے بنیادی مسائل کا نثری اظہاریہ کسی ایک موضوع پر فوری رد عمل کو منی کہانی کا حسن کہا جانے لگا۔ منی کہانی ہے کیا؟ اس بارے میں کہا گیا ہے کہ وہ کہانی جو سیاسی سماجی اور تہذیبی واقعات کا تجزیہ ہو۔ شکست و ریخت کا تجزیہ ہو اور یہ بھی اس خوبی سے ہو کہ الفاظ نپے تلے ہوں۔"(25)

مختصر کہانی کے بارے میں ڈاکٹر سلیم اختر اپنا موقف کچھ اس طرح بیان کرتے ہیں۔

"بے حد مختصر کہانی یا مختصر ترین افسانہ کیلئے بعض اوقات مختصر مختصر افسانہ کی اصطلاح استعمال کی جاتی ہے۔ لیکن یہ زیادہ مقبول نہیں.... مختصر مختصر افسانہ اگر کامیاب ہو تو دلکش میچر میں تبدیل ہو جاتا ہے" (26)۔

پروفیسر انور جمال مختصر کہانی (افسانچہ) کی تعریف کچھ اس طرح کرتے ہیں۔

"انسانی تجربے کو نثری صورت میں بیان کرنا افسانچہ کہلاتا ہے۔ ادب میں یہ صنف انگریزی ادبیات کے تتبع میں متعارف ہوئی جس میں شعور کی رو اور آزاد فکری تلازمے کی عمل داری ہوتی ہے۔ شاعری میں مختصر نظم اور نثر میں افسانچہ ایک ہی نوع کی چیزیں ہیں"۔(27)

اردو ادب کے ممتاز مصنف منشایاد افسانے اور مختصر کہانی (افسانچہ) میں مماثلت و مغائرت کی وضاحت اپنی کتاب کے پیش لفظ میں اس طرح کرتے ہیں کہ جس سے مختصر کہانی کو ہیئت کی شناخت واضح ہو جاتی ہے۔ وہ لکھتے ہیں۔

”ان افسانچوں کا اسلوب ذائقہ اور تاثیر تقریباً افسانے ہی کی ہے لیکن چھوٹی نسل کے انسانوں کی طرح ان میں اتنا ہی قد نکالنے کا پوٹینشل (Potential) تھا۔ لیکن ایک پہلو سے یہ اپنے اصل تھیم یا خیال کے زیادہ قریب اور ملاوٹ سے پاک بھی ہیں اور ان کا قد بڑا کرنے کے لیے کوئی مصنوعی طریقہ استعمال نہیں کیا گیا“۔(28)

اس کے باوجود مندرجہ بالا بہت سارے مصنفین، ناقدین اور شارحین کی آراء کو اکٹھا کیا ہے مگر یہ امر بھی اہم ہے کہ مختصر کہانی (افسانچہ، فلیش فکشن، مائیکرو فکشن وغیرہ) کی کوئی ایک جامع تعریف موجود نہیں جو افسانوی ادب کی اس جہت کی تمام خصوصیات کا احاطہ کر سکے۔ تاہم اپنے طور پر تمام حوالہ جات کی روشنی میں درج ذیل نکات و نتائج مرتب کیے جاسکتے ہیں جو افسانوی ادب کی اس جہت کے مطالعے کو آسان بنا سکیں۔

1 (مختصر کہانی (افسانچہ، مائیکرو فکشن، منی افسانہ، فلیش فکشن وغیرہ) کے ناموں میں تضاد کے باوجود اختصار ان کا مشترکہ بنیادی عنصر ہے۔

2 (مختصر کہانی عام طور پر اردو افسانے سے تقریباً ایک چوتھائی چھوٹی ہوتی ہے کیونکہ عام اردو افسانہ اوسطاً چار ہزار سے ساڑھے سات ہزار لفظوں پر مشتمل ہوتا ہے۔

3 (مختصر کہانیوں (افسانچہ، مائیکرو فکشن، فلیش فکشن) کی ہیئت و ضخامت میں لفظوں کی تعداد کے لحاظ سے فرق کے باوجود اگر مجموعی طور پر دیکھا جائے تو ایک دو سطروں سے لیکر تقریباً ہزار بارہ سو لفظوں (کچھ اوپر بھی کوئی قدغن نہیں ہے) تک مشتمل کہانیاں، مختصر کہانی کے زمرے میں آتی ہیں۔

4 (مختصر کہانی کے اختتام پر ایک چونکا دینے والی کیفیت دی جاتی ہے جس سے ایک کہانی سے کئی کہانیاں پھوٹتی ہوئی نظر آتی ہیں۔ مختصر کہانی اختصار کے ساتھ قاری کے ذہن پر دیر پا تاثر بھی قائم کرے مختصر کہانی میں افسانویت (کہانی پن) کے ساتھ ساتھ، اخلاقی، اصلاحی، فکری، مخفی پیغامات ہوں جو اشارہ تمثیل، استعارہ، تلمیح اور علامتی انداز سے ظاہر ہوں۔ جس سے قاری کی صلاحیتوں کو اس سے ابھرنے کی تحریک ملے۔

5 (بعض مختصر کہانیوں میں نظم کا آہنگ بھی پایا جاتا ہے۔ مختصر کہانی مختصر وقت (چند سیکنڈز سے چند منٹس) میں پڑھی جاسکتی ہے۔

مندرجہ بالا تمام نکات کی خصوصیات کو اگر سمیٹ کر دو سطروں میں بیان کرنا مقصود ہو تو مختصر کہانی کی مرتب شدہ تعریف کچھ اس طرح ہو گی۔

”ایسی کہانی جو کم سے کم لفظوں میں ایسے بیان کی جائے کہ زندگی کے کسی چھوٹے سے لمحے یا مختصر حصے کی جھلکی دکھا کر ایک مکمل کہانی یا کئی کہانیاں قاری کے ذہن میں شروع کر دی جائیں۔“

اب یہاں سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اُردو میں سب سے پہلے مختصر کہانی کب اور کس نے لکھی؟ اس بارے میں بہت سارے محققین اور ناقدین کافی حد تک متفق نظر آتے ہیں کہ اُردو میں مختصر کہانی کا آغاز افسانے سے تقریباً نصف صدی بعد اکتوبر 1948ء میں ”سعادت حسن منٹو“ نے ”سیاہ حاشیے“ لکھ کر کیا۔

منٹو کی اس کتاب کا مقدمہ محمد حسن عسکری نے لکھا اور اس کتاب میں کل بتیس (32) مختصر کہانیاں شامل ہیں۔ اسی بارے میں مختصر کہانیوں کی کتاب "حرفوں کے ناسور" مصنف "ڈی ایچ شاہ" کے پیش لفظ میں ڈاکٹر فرمان فتح پوری لکھتے ہیں۔

"مختصر ترین افسانوں کا رواج اب عام ہو گیا ہے لیکن جہاں تک مجھے یاد پڑتا ہے۔ اس کی کامیاب بنیاد اردو کے نامور افسانہ نگار سعادت حسن منٹو نے ڈالی تھی۔ ان کا ایک پورا مجموعہ حد درجہ مختصر کہانیوں پر مشتمل ہے۔"(29)

اسی حوالے سے سعادت حسن منٹو کی اولیت کو تسلیم کرتے ہوئے مشہور ناقد سید محمد عقیل رضوی لکھتے ہیں۔

"بیسویں صدی میں نئی چھوٹی کہانیاں، مجموعی طور پر سب سے پہلے منٹو نے شروع کیں جو جدید زندگی خصوصاً تقسیم ہند کے فسادات سے متعلق تھیں........ ایک مجموعہ چھوٹی کہانیوں کا "سیاہ حاشیے" کے نام سے پیش کیا"(30)

اسی ضمن میں اُردو فکشن میں مختصر کہانی (افسانچہ) کی ابتدا کے بارے میں ڈاکٹر غضنفر اقبال لکھتے ہیں۔

" افسانچے کی ابتداء اُردو فکشن میں سعادت حسن منٹو کے "سیاہ حاشیے" سے ہوئی ہے۔ افسانچہ کا موجد منٹو کو تسلیم کیا جاتا ہے"(31)

درج بالا تمام ناقدین و محققین نے منٹو کو پہلا مختصر کہانی نویس اور سیاہ حاشیے کو ہی مختصر کہانیوں کی پہلی تخلیق کے طور پر تسلیم کیا ہے اس کے باوجود کچھ ادباء منٹو اور سیاہ حاشیے کو اولیت نہیں دینا چاہتے۔ دیکھتے ہیں مستقبل میں کیا کوئی ٹھوس ثبوت یا حوالہ دریافت ہو پائے گا جو ان کے دعوے کو سچ ثابت کر سکے یہ آنے والا وقت بتائے گا۔

مختصر کہانی کے آغاز کے بعد اگر ارتقاء پر غور کریں تو پتہ چلتا ہے کہ

"منٹو کے 'سیاہ حاشیے' (1948) کے بعد اُردو میں جوگندر پال کے مجموعے 'میں کیوں سوچوں' (1962ء سے افسانے اور افسانچے) میں منی افسانے ملتے ہیں۔ جن میں ان کے بائیس منی افسانے افسانچوں کے نام سے چھپے ہیں۔ اس کے بعد انہوں نے لگاتار منی افسانے لکھے اور اس صنف میں ان کے چار مجموعے منظر عام پر آ گئے۔ جن میں پہلا مجموعہ 'میں کیوں سوچوں' (1962)، دوسرا مجموعہ 'سلوٹیں' (1975)، تیسرا مجموعہ 'کتھا نگر' (1986)، چوتھا مجموعہ 'پرندے' (2000ئ) ہے۔"(32)

منٹو کے معاصرین میں کرشن چندر اور راجندر سنگھ بیدی نے بھی افسانے کے ساتھ ساتھ مختصر کہانیاں لکھنے کا تجربہ بھی کیا تھا لیکن وہ "سیاہ حاشیے" جتنی شہرت و مقبولیت حاصل نہیں کر پائے۔ ڈاکٹر غضنفر اقبال کے مطابق کرشن چندر نے بھی افسانے تخلیق کیے ہیں۔ وہ لکھتے ہیں :

"کرشن چندر نے بھی افسانچے تخلیق کیے ہیں لیکن انکا بنیادی رجحان ہیت کے بجائے سماجی مقصد کی طرف تھا۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ راجندر سنگھ بیدی کے پاس بھی منی افسانے ملتے ہیں لیکن یہ بہت کم تعداد میں ہیں۔جو رسالہ 'گفتگو' 1967ء میں شائع ہوئے تھے۔"(33)

مختصر کہانیاں لکھنے کی اس روش میں ڈاکٹر مظفر حنفی، ڈی۔ایچ شاہ، ڈاکٹر عظیم راہی، شیخ رحمن آکولوی، عارف خورشید، طالب زیدی، اقبال بلگرامی،، محمد بشیر مالیر کوٹلوی، رتن سنگھ اور ڈاکٹر مناظر عاشق ہرگانوی، ڈاکٹر اسلم جمشید پوری، ساحر کلیم، اظہر فاضل وغیرہ وغیرہ کے ایک یا ایک سے زیادہ بھی مختصر کہانیوں کے مجموعے بیسویں صدی کی آخری دو دہائیوں (1980ء سے 2000ئ) میں منظر عام پر آئے ہیں۔

اِن کے علاوہ کچھ ایسے مصنفین بھی ہیں جن کی انہی دو دہائیوں (1980ء سے 2000ئ) میں افسانے کے ساتھ مختصر کہانیاں شامل کرکے مشترکہ افسانوی مجموعے کے طور کتب شائع ہوئیں ہیں ان میں: ڈاکٹر خالد سہیل، محمد اظہر مسعود خان، محمد قیوم میو، ہرچرن چاولہ، وریندر پٹواری، احمد عثمان، م۔ناگ، نزیر یوسفی، علم صبانویدی، ڈاکٹر خان حفیظ، قاضی مشتاق احمد، متین قادری، ڈاکٹر نریش، گلشن کھنہ، شمیم حیدر، رضیہ فصیح اور رونق جمال، وغیرہ نے مشترکہ افسانوی مجموعے شائع کرکے افسانے کے بعد آنے والے افسانوی ادب "مختصر کہانی" (افسانچہ، فلیش فکشن، منی افسانہ، مائکروفکشن، وغیرہ) کی روایت کو استحکام بخشا ہے۔ان کے ساتھ ساتھ مختصر کہانی نویسوں میں قابلِ ذکر نام 'رحیم انور' کا آتا ہے کیونکہ وہ 80 کی دہائی سے لیکر عصر حاضر تک مسلسل تین دہائیوں سے مختصر کہانی لکھتے چلے آرہے ہیں اور اب تک سب سے زیادہ انہی کی مختصر کہانیوں کی 10 کتب منظر عام ہو چکی ہیں۔ جن کے نام درج ذیل ہیں: 1۔ یادوں کے سائے (1986ئ)، 2۔ آواز کا درد (1989ئ)، 3-اس موڑ سے (1994ئ)، 4-ہم کہاں کہاں گزر (1999ئ)، 5-بوند بوند سمندر (2001ئ)، 6-احساس کا سفر (2013ئ)، 7-"سلگتے لمحات"، 8-"میرے افسانچے، ماہیر اُردو ادب"، 9-"کایا پلٹی حال اور ماضی کے آئینہ میں"، 10-"زخم زخم زندگی" شامل ہیں۔ شہر اولیاء سے تعلق رکھنے والے "عباس خان" بھی رحیم انور کی طرح تین دہائیوں سے افسانوی ادب لکھ رہے ہیں جن کے تین ناول، چھ افسانوں کے اور چار مختصر کہانیوں کے بھی مجموعے مشتہر ہو چکے ہیں۔پہلا مختصر کہانیوں کا مجموعہ "ریزہ ریزہ کائنات" (1992ئء)، دوسرا "پل پل" (1996ئء تیسرا "ستاروں کی بستیاں" (2009ء)، اور چوتھا مختصر کہانی کا مجموعہ "خواہشوں کی خانقاہ" (2015ء) میں شائع ہوا ہے۔

عباس خان کی کہانیوں کے بارے میں معروف مصنف "قدرت اللہ شہاب لکھتے ہیں۔۔۔

"عباس خان کا کہانی بیان کرنے کا طریقہ بڑا منفرد ہے۔بڑی سنجیدگی سے جزئیات کے ذریعے کہانی کی تعمیر کئے جاتے ہیں۔ پھر نقطہ عروج پر پہنچ کر دفعتاً طنز کی تلوار کو میان سے نکال کر ایک بھرپور وار کرتے ہیں۔اس طرزِ عمل کی وجہ سے عباس خان کی کہانیاں قاری کو جھنجھوڑ کر رکھ دیتی ہیں اور سوچنے پر مائل کر دیتی ہیں۔"(34)

بیسویں صدی کی آخری دو دہائیوں میں مختصر کہانی کی اس روایت کا جائزہ لینے کے بعد ہم مختصر کہانی نویسوں کی کھوج میں اگلی صدی میں داخل ہوں تو اکیسویں صدی کے شروع سے لیکر عصرِ حاضر (2000ء سے 2020ء) تک کا جائزہ لیں تو کچھ ایسے تخلیق کار بھی ملتے ہیں جنھوں نے اپنی مختصر کہانیاں، افسانے کے ساتھ ملا کر مشترکہ مجموعے کے طور پر ان کی کتب منظر عام پر آئیں ہیں۔ ان میں: اختر آزاد "بابل کا بیٹا"، سکندر عرفان "چیختی خاموشی"، اقبال حسن آزاد، مردم گزیدہ"، منیر ارمان نسیمی "آ بیل مجھے مار"، نوشانہ خاتون "نقاد خانہ"، محمد جاوید انور کے دو مجموعے "برگد" اور "سرکتے راستے"، شمسہ انجم "جاچ"، کائنات بشیر "آئینوں کا شہر"، سبین علی "گل مصلوب"، منیر عباس فردوس "سناٹوں کا شہر"، ضامن علی حسرت "ریت کی دیوار"، محمد جمیل اختر "ٹوٹی ہوئی سڑک"، سلمٰی جیلانی "بے رنگ پیوند"، جاوید اختر چوہدری "آگ"، سہیل جامعی "دہلیز"، علیم صبانویدی "سفر لاسفر"، شہناز فاطمہ "کرچیاں"، اور منشاء یاد کے دو مجموعے پہلا مجموعہ "خواب سرائے" اور دوسرا مجموعہ "ایک کنکر ٹھہرے پانی میں" وغیرہ شامل ہیں۔

منشاء یاد خود اپنی کتاب کے ابتدائیہ میں مختصر کہانیوں اور ان کی روایت کے بارے میں لکھتے ہیں:

"مٹھی بھر جگنو کے افسانچوں کی صورت میں آپ کو ایک نئی چیز نظر آئے گی، نئی یہ میرے ہاں ہے ورنہ منٹو، جوگندر پال، رضیہ فصیح اور بعض دوسرے افسانہ نگاروں کے ہاں اس کی پختہ روایت پہلے سے موجود ہے۔" (35)

ان کے علاوہ کچھ ایسے مصنفین بھی ہیں جنھوں نے ارادی طور پر تو شاید مختصر کہانیاں نہیں لکھیں لیکن البتہ ان کے ہاں افسانوں کے مجموعوں میں کچھ ایسے مختصر ترین افسانے بھی موجود ہیں جن کو از روئے قاعدہ مختصر کہانی کے زمرے میں گردانا جاسکتا ہے۔ اس ضمن میں عصر حاضر کے بہت معتبر نقاد اور افسانہ نگار 'ڈاکٹر ناصر عباس نیر' کے پہلے افسانوی مجموعے "خاک کی مہک" اور دوسرے مجموعے "فرشتہ نہیں آیا" میں چند ایسے مختصر ترین افسانے شامل ہیں مثلاً "ستر سال اور غار" اور "شر پسند اور تیر کا دریا" وغیرہ وہ مختصر ترین افسانے ہیں جو لگ بھگ ایک، ایک ہزار لفظوں تک مشتمل ہیں۔ ان کے ساتھ عثمان عالم کا افسانوی مجموعہ "پوسٹ مارٹم"، ابن مسافر (جواد حسنین) کا "سفر ناتمام"، محمد علیم اسماعیل کا "الجھن"، مامون طاہر رانا کا "ابھی اور عذاب سہنے ہیں"، رمضان رضی کا "دھوپ میں اُگے دن"، خاقان ساجد کا "آدم زاد"، مریم تسلیم کیانی کا "اسیر خواب"، سلیم خان کا "لہو لہو منظر"، منیر احمد فردوس کا "کینوس پر چھینٹے" محمد جمیل اختر کا "ہندسوں میں بٹی زندگی"، وغیرہ وغیرہ وہ تخلیق کار اور ان کے افسانوی مجموعے ہیں جن میں مختصر کہانیاں (مختصر ترین افسانے) بھی شامل ہیں جن کو مختصر کہانی کے زمرے میں گردانا جاتا ہے۔ اب اکیسویں صدی کی پہلی دو دہائیوں (2000ء سے 2020ء) کے ان مصنفین کی تخلیقات کا ذکر کر لیتے ہیں جو مکمل طور پر مختصر کہانی کے مجموعے ہیں جن میں محض مختصر کہانیاں ہی شامل ہیں۔ ان میں: ڈاکٹر اخلاق گیلانی کے دو مجموعے "روشنیاں" اور "سچائیاں"، نذیر فتح پوری کا "ریزہ ریزہ دل"، خالد عبادی کا "نقطہ نو گریز"، محمد ارشد صدیقی کا "گردش رواں"، مظہر سلیم کا "فسانے کے بعد"، جیلانی بانو کا "کن"، اقبال انصاری کے تین مجموعے "ابھی"، اکبر آباد"، اور "چپ چاپ"، فیروز خان کا "تیر نیم کش"، شکیل سعید "ایک ادھوری نظم"، قاضی مشتاق کا "قطرہ قطرہ"، مقصود الہٰی شیخ کا "پوپ کہانی"، ڈاکٹر رضیہ اسماعیل کا "کہانی بول پڑتی ہے"، ابن عاصی کا "نامعلوم افراد کی معلوم کہانی"، مبشر علی زیدی کے مختصر کہانیوں (ڈربیل) کے چار مجموعے: 1- "نمک پارے 2- شکر پارے 3- 100 لفظوں کی کہانی 4- مبشر علی زیدی

اور سو لفظوں کی کہانی"، دیپک بدکی کا "مٹھی بھر ریت"، 'قیصر نزیر خاور' کی تحقیقی و تخلیقی کتاب "عالمی ادب اور افسانچہ"، عقیل عباس کا مائکرو فکشن کا مجموعہ "دلہن"، سید ماجد شاہ کا "ر"، سات خواتین مصنفین کا مشترکہ طور پر مختصر کہانیوں کا مجموعہ "زمزمہ ادراک"، ڈاکٹر نخشت مسعود کا "برگشتہ ہوا"، ایم۔اے حق کا "ڈنگ"، منظور وقار کا "کانٹوں کا جھنڈ"، احمد مرزا کا "یادِماضی"، ڈاکٹر وحید انجم "تماشائی"، ڈاکٹر محسن مگھیانہ کا "اپائے"، وغیرہ وغیرہ یہ وہ مصنفین ہیں جن کے مختصر کہانی کے ہی مکمل مجموعے منظر عام پر آئے ہیں۔

ان کے علاوہ کچھ ایسے مصنفین بھی ہیں جن کی مختصر کہانیاں پاک و ہند کی مختلف اخبارات، میگزین، رسائل و جرائد میں شائع ہوتی رہتی ہیں۔انہوں نے بھی مختصر کہانی کے ارتقائ، مقبولیت اور مروج کرنے میں اپنا بھرپور حصہ ڈال رہے ہیں۔ ان کے نام لیے بغیر مختصر کہانی کی یہ داستان ادھوری رہے گی۔ ان میں سے کچھ نام یہ ہیں :

"پروفیسر قاسم یعقوب، ڈاکٹر سعادت سعید، ڈاکٹر سجاد نعیم، سیمیں خان درانی، سید تحسین گیلانی، سیمیں کرن، نعیم بیگ، ایف۔جے فیضی، محمد مظہر پنوار، ثمینہ سید، بشریٰ شیریں، اقبال مُٹ، امجد جاوید، صبا کاظمی، اقبال خورشید، احمد اعجاز، عامر صدیقی، ڈاکٹر کوثر جمال، فیصل قریشی، طلعت زہرا، عقیل شیرازی، سیدہ آیت گیلانی، فارس مغل، شاہد جمیل احمد، علی زیرک، باسط آزر، قاسم کیانی، عادل فراز، سلمیٰ صنم، شین زاد، ڈاکٹر عمران دانش، قاری ساجد نعیم، اصغر شمیم، ارشد محمود ہادی، شفقت محمود، ملیحہ سید، آئزیک عمر، ہما فلک، فوزیہ قریشی، گلزار ملک، عقیل عباس، جہانگیر سرگانہ، عاکف محمود، سید حسین تاج رضوی، قدسیہ ندیم لالی، عمار نعیمی، شاہدہ دلاور شاہ، محمد شعیب مرزا، ثمرین افتخار اور ہالہ ظفر وغیرہ شامل ہیں"

## حوالہ جات


(1) محمد احسن فاروقی، ڈاکٹر، "ناول کیا ہے؟" (لکھنو، دانش محل امین الدولہ، 1951ئ)، ص17

(2) وقار عظیم، پروفیسر، "داستان سے افسانے تک"، (لاہور، الوقار پبلی کیشنز، 2014،) ص5

(3) ارشد خالد، مدیر رسالہ، مشمولہ "عکاس انٹرنیشنل"، افسانچے کا سفر، (اسلام آباد، مکتبہ عکاس پبلی کیشنز، کتاب نمبر18، جولائی2013ء) ص25

(4) قاسم یعقوب، پروفیسر، مضمون، "فلیش کہانی: آج کی کہانی" آن لائن ادبی ویب سائٹ، "ایک روزن AikRozan" 14 فروری، 2017ئ

(5) قیصر نذیر خاور، "حکایاتِ عالم"، (لاہور، مکتبہ علم و دانش، جنوری2018ء) ص47

(6) قیصر نذیر خاور، "عالمی ادب اور افسانچہ" (لاہور، مکتبہ علم و دانش، جون2018ء) ص 24,25

(7) ایضاً، صفحہ نمبر15

(8) ستیہ پال آنند، ڈاکٹر، رسالہ "ندائے گل"، مضمون، "مائکرو فکشن ایک نوٹ"، (لاہور، پکار جہاں، نومبر2016،) ص4

(9) ارشد خالد، مدیر رسالہ "عکاس انٹر نیشنل"، مضمون، "افسانچے کا سفر"، (اسلام آباد مکتبہ پبلی کیشنز، کتابی نمبر 18، جولائی 2013ئ)، ص 25

(10) عبد المغنی، ڈاکٹر، "معیار و اقدار"، پٹنہ، حکمت پبلی کیشنز، سن اشاعت 1981ئ، ص 344

(11) فوزیہ اسلم، اُردو افسانے میں اسلوب اور تکنیک کے تجربات "پی ایچ ڈی مقالہ، نمل، (اسلام آباد، اکتوبر 2005ء) ص 20

(12) عبادت بریلوی، ڈاکٹر، "ڈاکٹر، "ناولٹ کی تکنیک"، مشمولہ، نقوش، (کراچی، شمارہ نمبر 19,20، 1 اپریل 1952ء) ص 36

(13) طلعت زہرا، "کینیڈا سے مکالمہ "مشمولہ جریدہ، "انہماک انٹر نیشنل"، (بورے والا' مارچ 2018ء) ص 638

(14) ایضاً، ص 639

(15) قاسم یعقوب، پروفیسر، "فلیش کہانی: آج کی کہانی" آن لائن ادبی ویب سائٹ، ایک روزن، 14 "AikRozan" فروری 2017ء

(16) James Thomas and Robert Shapard, "Flash Fiction International" w.w.Northon& Company,( New York, London, 2015.) Pages No. 232 and s33

(17) قیصر نذیر خاور "عالمی ادب اور افسانچہ "(لاہور، مکتبہ علم و دانش، جون 2018ئ)، ص 26

(18) مجید بیدار، ڈاکٹر، "افسانچہ کا فن "مشمولہ رسالہ، "کتاب نما"، (دہلی، مکتبہ جامعہ، فروری 1988ئ،) ص 45

(19) ستیہ پال آنند "مائکرو فکشن ایک نوٹ"، مشمولہ رسالہ، "ندائے گل"، (لاہور پکار جہاں، شمارہ نمبر 4، نومبر 2016ء) ص 4

(20) جوگندر پال، "بے اصطاح"، (دہلی، ایجوکیشنل پبلی کیشنز ہاؤس، 1998ئ،) ص 83

(21) سلیم اختر، ڈاکٹر، "افسانہ حقیقت سے علامت تک"، (لاہور، اظہار سنز، 2010ئ)، ص 7

(22) اسلم جمشید پوری، ڈاکٹر، مضمون، "اردو میں افسانچہ کی روایت" آن لائن ویب سائٹ" تعمیر نیوز 04 اکتوبر 2016ء

(23) James Thomas and Robert Shapard"Flash fiction Inter national", w.w.Norton& company london , 2015, Page No. 233

(24) آمنہ آفرین، "اردو میں منی افسانہ"، (حیدر آباد، معراج پبلی کیشنز، ستمبر 2009ء)، ص نمبر 21

(25) پرویز بلگرامی "اردو منی کہانیاں" مختصر تعارف، انٹرنیٹ ویب سائٹ اُردو ادب کا بین الاقوامی مجلہ "نئی روایت" 10 جون 2015ئ

(26) سلیم اختر، ڈاکٹر، "تنقیدی اصطلاحات"، (لاہور، سنگ میل پبلی کیشنز، 2011ئ)، ص 42

(27) انور جمال پروفیسر، "ادبی اصطلاحات"، (اسلام آباد، نیشنل بک فاؤنڈیشن ہوم 2012،) ص 25

(28) منشا یاد، "خواب سرائے"، (اسلام آباد، دوست پبلی کیشنز، 2005ئ)، ص 8

(29) ڈی ایچ شاہ "حرفوں کے ناسور" پیش لفظ، (کراچی، 1980ئ)، ص 9

(30) مرتبہ: طاہرہ پروین، ڈاکٹر، "افسانے کی نئی تنقید"، (الہ آباد، تہذیب نو پبلی کیشنز ستمبر 2006ء)، ص 109,108

(31) غضنفر اقبال، ڈاکٹر، مضمون ”افسانچہ نگاری پر ایک نظر“، روزنامہ اخبار، ”سازِ دکن“ حیدر آباد، 28 ستمبر 2003ء)

(32) آمنہ آفرین ”اردو میں منی افسانہ“ محولہ بالا، ص 31

(33) ایضاً، ص30

(34) قدرت اللہ شہاب، رسالہ مشمولہ ”شاعر“، (بمبئی، شمارہ نمبر 12 دسمبر 2007)، ص 112

(35) منشاء یاد، پیش لفظ ”خواب سرائے“، (اسلام آباد، دوست پبلی کیشنز، 2005ء) ص 7,8